جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گزشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیا اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین وعلی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اسطرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستاں طور پر نظر آتے تھے۔ جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ یہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض چمکدار اور سفید اور بعض سبز اور سرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا۔ جو اوپر سے نازل ہوا تھا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع واقسام کے مکاشفات تھے۔ ایک اور فائدہ مجھے حاصل ہوا کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ خیال کیا اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو۔ میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ اضطراب ہو۔ وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ ثبوت ملا کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے۔ اور جب تک کسی جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے۔ میرا یقین ہے کہ ایسا متنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے۔ اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے۔ جنھوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں۔ اور آخر یبوست دماغ سے مجنون ہو گئے۔ اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری۔ یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا۔ اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے۔ اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو۔ اور شریعت غراء اسلام سے منافی نہ ہو۔ تو اس کو بجا لانا ضروری ہے۔ لیکن آج کل کے نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں۔ ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا۔ اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا۔ اور پھر اس طریق کو علے الدوام بجا لانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ مجھے ملا۔ میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھیرایا گیا۔ اور قوم کے سفہا نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا۔

اور پھر جب تیرھویں صدی کا آخر ہونے لگا۔ اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا۔ تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ مجھے خبر دی کہ اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اٰباءھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت وانا اول المومنین۔ یعنے خدا تعالیٰ نے تجھے قرآن سکھایا۔ اور اس کے صحیح معنے تجھ پر کھولے یہ اسلئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بدانجام سے ڈرائے جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہونچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہدے کہ میں مامور من اللہ اور اول المومنین ہوں۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ جو ان ہی دنوں میں جس کو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا۔ میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں؟ کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ میں اور کثرت بدعات اور سخت یورش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کے لئے آوے۔"

اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعوے مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے۔ اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے سخت متعصبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی۔ اور اکثر ان میں سے خوشی سے کہتے تھے کہ خدا نے اسلام کے لئے چودھویں صدی کو مبارک کیا کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا۔ اور بعض نے ان میں سے نہایت اخلاص کے ساتھ براہین احمدیہ کا ریویو لکھا۔ اور اس میں اسقدر میری ... تعریف کی کہ جس قدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدا رسیدہ اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جس میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسےٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اسوقت تک تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا۔ اور صرف مجدد چودھویں صدی کا ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر ان میں سے مصدق اور مطیع رہے۔ مگر اس دعوئے مسیحیت کیوقت عجب طور کا شور علماء میں پھیلا۔ اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا۔ اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارے میں استفتا تیار کیا۔ اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اسپر دستخط کرائے۔ مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا تھا کہ اس آنیوالے امام موعود کی تکفیر ہوگی۔ اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ کیونکہ ان ....

پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اور تعجب کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی۔ جو براہین احمدیہ میں اسوقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعوےٰ پر بڑا شور برپا کیا۔ آخر ان کی فتنہ انگیزیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر گھر میں عداوت پڑ گئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ میرے ساتھ ہو گیا۔ اور ایک گروہ کج فہم مولوں کے پیچھے لگا۔ اور ایک گروہ ایسا رہا کہ نہ موافق اور نہ مخالف۔ اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دنیا میں نہیں پھیلا۔ لیکن پشاور سے لے کر بمبئی اور کلکتہ اور حیدرآباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے۔ پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھتا پھولتا گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں۔ اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف۔ اے بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت و اقبال رکھتے تھے۔ یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے۔ یا رئیس۔ جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے اور ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل سے تھے۔ جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادوں سے نامراد رکھ کر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے۔ وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خدا ترس۔ اور نوع انسان سے ہمدردی کرنے والے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانے والے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا و رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں۔ وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائینگے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھا دے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادت مند انسانوں کو کھینچکر اسمیں داخل کرے ❊

بعض آپ بیتیاں

کرمی مولوی خیرالدین صاحب سیکھوانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان مخلص اور بے ریا خدام میں ہیں۔ جو آغاز شباب سے حضرت اقدس کے ساتھ اخلاص رکھتے تھے۔ سیکھوانی بھائیوں کا ذکر حضرت نے اپنی تحریروں میں محبت کے ساتھ کیا ہے اور ان کے اخلاص و وفا پر اظہار خوشی کیا ہے۔ مولوی صاحب نے ذیل کی روایات خاص نمبر کے لئے عطا فرمائی ہیں۔ (عرفانی)

ایکدفعہ جبکہ ابھی حضرت نے دعوی مسیحیت و مہدویت نہیں کیا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا گرمی کا موسم تھا۔ آپ صائم تھے۔ آپ اسوقت ایک سرد خانہ میں تھے۔ جو مکان قدیمی کے غالباً شرقی جانب تہ زمین تھا۔ میری چھوٹی عمر تھی اور میں روزہ دار نہ تھا۔ میں اور ایک شخص اور تھا جس کا نام مجھے ٹھیک یاد نہیں ہے غالباً میاں جان محمد صاحب رضی اللہ عنہ کا بھائی جمال تھا۔ حضور کو دبا رہے تھے تو حضور نے مجھ سے ایک نظم جو مولوی غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ کی تھی۔ جو کتاب یکی اوٹی کے آخر میں درج تھی سنی۔ جس کے ابتدائی شعر یہ تھے ؎

دلا غافل نہ ہو اکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
تیرا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
وہ اکدن ہو ئیگا مردار اور کیڑوں نے کھانا ہے
نہ بیلی ہو سکا بھائی نہ بیٹا باپ نہ مائی
کہاں پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے

اس کا آخری شعر یہ تھا ؎

غلام اکدم نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غرہ
خدا کو یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے

جب ظہر کا وقت ہوا تو کابلی چنے جو اسی سرد خانہ کے ایک گوشہ میں ایک گھڑے میں پڑے تھے۔ بھنوا کر اپنے دست مبارک سے ہم دونوں میں تقسیم کر دیئے۔

ایک مرتبہ غالباً یہ بھی قبل از دعویٰ کا واقعہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گاؤں سیکھواں کی مسجد کے اس مقام پر کھڑا ہوں جہاں نمازی لوگ وضو کیا کرتے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب مسجد کے سقفی دروازہ کے پاس کھڑے ہیں۔ اور ہاتھ دروازہ کی اوپر کی چوکھٹ پر ڈالا ہوا ہے۔ لیکن اسوقت قامت بلند ہے۔ تو میرا خیال فوراً اس طرف چلا گیا۔ کہ یہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔ (کیونکہ میں نے سنا تھا کہ جب آپ چلا کرتے تھے تو بلند قامت معلوم ہوا کرتے تھے) تب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ واقعہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی۔ جب میں قادیان گیا تو اسوقت آپ اس چوبارہ میں تشریف فرما تھے۔ جو اس کوچہ کے سر پر ہے جو حضرت صاحب اور مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کے گھروں کو جاتا ہے۔ اور چوبارہ مذکور کا ایک دریچہ گول کمرہ کی طرف بھی کھلتا تھا۔ اور گول کمرہ میں ایک چوبی سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ میں اسی سیڑھی کے ذریعہ چوبارہ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس خواب کا ذکر حضرت اقدس کی خدمت میں کیا۔ حضور نے فرمایا کہ جب کوئی اُمتی فنافی الرسول کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اس کی شکل ہو جاتی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ :- ہمارا ارادہ ہے کہ ایسی خوابوں کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ اسیوقت آپ نے ایک چھوٹی سی پاکٹ اپنی جیب سے نکالی اور مجھ سے خدا کے نام پر حلف لے کر اپنے ہاتھ مبارک سے میری خواب کو لکھ کر اور دستخط کرا کر محفوظ کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ برائے سیر اُسی راستہ کی طرف نکلے۔ جو بیکوں اور ننگلوں کا راستہ بٹالہ کو جاتا ہے۔ واپسی کے وقت راستہ کے ایک کنارہ پہ ایک درخت کیکر گرا ہوا تھا۔ کسی بھائی نے مسواکوں کے لئے اس درخت سے شاخ کاٹ کر لوگوں میں مسواکیں تقسیم کر دیں۔ مجھے یاد ہے کہ جناب مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفیٰ کے ہاتھ میں بھی مسواک تھی اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ میں بھی کسی نے مسواک دے دی (اسوقت حضرت خلیفہ ثانی بچے تھے۔ مجھے بچہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ حضرات پیغامی صاحبان بھی بچہ کہتے کہتے الگ ہو گئے۔ لیکن جو وقت کا یہ واقعہ ہے اُسوقت آپ واقعہ میں بچے ہی تھے۔) غرض جب ان کے ہاتھ میں مسواک آئی تو آپنے بے تکلف حضرت صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ابا مسواک! آپ خاموش رہے۔ جب دوبارہ سہ بارہ کہا۔ تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مسواک کس کی اجازت سے لی گئی ہے؟ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ سب نے اپنے ہاتھوں سے مسواکیں پھینک دیں ÷ (خاکسار خیرالدین سیکھوانی)

تاثرات تمیم

ذیل میں کرمی خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم کے تاثرات درج کرتے ہوئے مجھے خوشی ہوتی ہے۔ اسلئے کہ تمیم صاحب کو سلسلہ سے محبت الحکم ہی کے ذریعہ ہوئی تھی وہ نہایت اخلاص اور محبت سے احمدی ہوئے اور ان کا سارا خاندان سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ افسوس ہے کہ کسی وجہ سے وہ خلافت ثانیہ کیوقت لاہوری جماعت میں شریک ہو گئے۔ اور ان کے بڑے بھائی مرحوم و مغفور اور ان کا خاندان خلافت سے وابستہ رہا۔ میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے پرانے دوست تمیم صاحب کو شرح صدر عطا فرمائے۔ بہر حال ان کے تاثرات دلچسپ اور حدیث محبوب کو لئے ہوئے ہیں۔ (عرفانی)

مجھے احمدیت کی تبلیغ کی ابتداء تو الحکم نے کی اور اسکی تکمیل کا زیادہ حصہ مخالفین کے مباحثہ اور لٹریچر نے پورا کیا۔ چنانچہ تحریک سلسلہ اور بانی سلسلہ کی صداقت پر مطمئن ہو کر بیعت بذریعہ تحریر تو میں نے فوراً کر لی۔ مگر خود حاضر ہونے کا موقعہ کچھ عرصہ بعد ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں ملا۔

حضرت اقدس دولت خانہ کی کھڑکی سے مسجد میں تشریف لائے اور چھوٹی سی مسجد کے چھوٹے سے محراب والے حصہ میں بیٹھ گئے۔ لوگوں کی ارادت اور فرط شوق میں ایک دوسرے پر گرنا۔ اور خود حضرت پر ہجوم کی ایسی صورت بن جانا کہ دم گھٹنے کا خوف ہونے لگے۔ اور حضرت کا تحمل اور بردباری میرے نزدیک بذاتہ ایک نشان تھا۔ کرمی شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے ہمت کی اور اور اس ہجوم سے کھینچ کھانچ کر مجھے حضرت کے قریب پہنچایا اور اس ہجوم میں میرا تعارف کرایا۔ میں نے مصافحہ کی سعادت حاصل کی۔ مصافحہ کی حالت میں حضرت کی ایک نظر میری طرف اٹھی۔ مگر میری آنکھوں کی برابر نہ آنے پائی تھی کہ پھر نیچے کی طرف لوٹ گئی اور آئندہ بھی جب کبھی مجھے باریابی کا موقعہ ملا تو آنجناب کی نظر کا یہی معمول پایا۔ پہلی مرتبہ اس غض بصر نے میرے دل پر خاص اثر کیا

شیخ صاحب نے از خود یا حضرت کے دریافت پر میری رخصت کے متعلق عرض کیا کہ پندرہ روز کی رخصت پر آئے ہیں تو اسی خیال کی بنا پر کہ میں اتنا عرصہ وہاں ٹھیروں گا۔ میں نے حضور کے چہرہ مبارک پر ایک خاص انبساط کی کیفیت مشاہدہ کی۔ مگر جب میں نے عرض کیا کہ میں صرف دو تین دن یہاں ٹھیر سکوں گا۔ کیونکہ اسی رخصت میں اور بھی کئی جگہ جانا ہے۔ تو میں نے بغور اور بخوبی دیکھا کہ وہ انبساط تقریباً جاتا رہا اور اسکی جگہ ایک ایسی کیفیت اور صورت نے لے لی کہ جس سے کسی قدر افسوس یا ملال کا خیال پایا جا سکتا تھا۔ گویا حضرت کے دل کی کیفیت کا نہایت لطیف ترجمان حسبقدر ریح جانیہ کے بشرہ کو دیکھا اُس کی نظیر آجتک میری نظر میں عمر بھر نہیں گذرا۔ میرے نزدیک سعادت اور صفائی قلب کا یہ بھی ایک نشان تھا۔ میری روانگی کا وقت آپہنچا۔ اور رخصت اور اجازت لینے کے لئے در دولت پر حاضر ہوا۔ اُس موسم میں وہ آرام کا وقت تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ میں باریاب نہ ہو سکوں گا۔ مگر اطلاع پہونچنے کی دیر تھی کہ حضور جس حالت میں تھے اُسی حالت میں یعنی بالکل تازہ مہندی لگی ہوئی جواب تک بہت تنگ ہی تھی۔ باہر تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی اور بے نظیر محبت سے کافی عرصہ تک نصائح فرماتے رہے۔ جناب کی یہ ادا بھی میرے لئے اسوقت ایک اعلیٰ خلق اور نشان تھا۔ اسوقت حضرت اقدس اور آپ کے تمام وابستگان کے متعلق میرا تاثر یوں تھا کہ گویا ایک میدان کارزار سخت گرم ہے اور یہ لوگ خواہ محصور ہیں یا محاصر ہیں۔ اس گھمسان کے رن میں اپنی زندگانی سے بالکل لاپرواہ ہو کر کسی ایسی بہت بڑی چیز کی حفاظت میں بہت ہی منہمک ہیں اور اپنی جان لڑا رہے ہیں اور ادھر اُدھر کی دنیا سے انکیں کوئی سروکار یا احساس تک نہیں۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ کامیاب ہوں اور یقین ہے کہ جانبین دیگر کامیاب ہونگے میری نظر میں اُسوقت نہ صرف حضرت اقدس اور آپ کے صحابہ سرگرم کارزار تھے۔ بلکہ قادیان کی در و دیوار اور خس و خاشاک بھی اسی رنگ میں رنگین نظر آتا تھا۔ اور یہ رنگ تب بھی میرے لئے ایک بہت

قصیدہ

دشمنوں کی ہے یہ خواہش مجھے دیکھیں ابتر

(از جناب حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری)

اس موضوع کو حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہان پوری نے الحکم کے خاص نمبر کے لئے نظم کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ دشمن کیا چاہتے تھے اور خدا نے کیا کیا۔ چونکہ حافظ صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور بیماری کے یہ قصیدہ ہماری درخواست پر تصنیف فرما کر مرحمت فرمایا ہے اس لئے خاص شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ مدت ہوئی کہ حافظ صاحب بعض خدمات سلسلہ انجام دینے کی غرض سے یہیں مقیم ہیں اور ابھی چندے اور یہیں قیام رہے گا۔ (ایڈیٹر)

قطعہ

اخوئیم حضرتِ یعقوب علی عرفانی!
آپ نے مجھ سے کئی بار جو فرمائش کی
ورنہ میرے لئے فی الحال یہ موقع کب تھا
اور پھر شیب کے عالم میں کہاں رنگِ شباب
ضعف سے دل ہی ٹھکانے ہے نہ قابو میں دماغ

خیر اندیش و وفاکیش و محبت پرور
اسی اخلاص و توجہ کا ہے یہ خاص اثر
آپ کو بھی مری مصروفیتوں کی ہے خبر
نہ وہ تیزی ہے نہ وہ سیفِ زباں میں جوہر
طائرِ فکر ہے ڈالے ہوئے گویا شہپر

بحرِ ذخارِ مضامیں سے ہو کس طرح عبور
طائرِ ذہنِ رسا سیرِ فلک بھول گیا
میں کہاں اور کہاں مشغلۂ شعر و سخن

کشتیِ طبع رواں جب ہو گستہ لنگر
کہ وہ ہے اور نگہبانیِ جائے بستر
فقط ارشاد کی تعمیل ہے اک نیک سیر

اب سے اڑتیس ۳۸ برس پہلے کی ہوگی یہ بات
اپنے لفظوں میں سناتا ہے جسے آج اختر

قصیدہ

اللہ اللہ وہ اعجازِ لبِ جاں پرور
حسنِ الفاظ و معانی سببِ راحتِ روح
خوش تر آں وقت کہ تھا حاضرِ خدمت میں بھی
اس طرح حلقۂ خدام میں تھے مہدیِ دیں
اللہ اللہ وہ اندازِ وقارِ مجلس
اللہ اللہ وہ نزولِ برکات و انوار
اللہ اللہ وہ حقائق وہ معارف وہ نکات
فرحتِ قلب سے حضار کی نظریں روشن
سن رہے تھے ہمہ تن گوش بنے وہ تقریر
کون تھا صاحبِ تقریر؟ مسیحِ موعود
آپ نے اپنی صداقت کے دیئے ایسے ثبوت
فقرے فقرے میں وہ تاثیر کہ سبحان اللہ
بات یہ بھی اسی تقریر میں پھر فرمادی
مشورے کرتے ہیں آپس میں یہی اُن سب کے

کلمہ پڑھنے لگیں جس سے بتانِ آذر
دل نشیں طرزِ سخن لطفِ بیاں وجد آور
آہ! وہ مجلسِ پاک آج بھی ہے پیشِ نظر
جلوہ گر محفلِ انجم میں ہو جس طرح قمر
اللہ اللہ وہ دلچسپ وہ دلکش منظر
اللہ اللہ وہ کشودِ درِ چرخِ اخضر
اللہ اللہ وہ ذہن شستۂ حوضِ کوثر
صورتِ فرطِ مسرت سے برنگِ گلِ تر
جس کے الفاظ تھے گل اور معانی گوہر
مہبطِ روحِ امیں موردِ فضلِ داور
جن کو سن کر علما و فضلا ہوں ششدر
روحِ سامع سے صدا اٹھتی تھی بہتر بہتر
دشمنوں کی ہے یہ خواہش مجھے دیکھیں ابتر
کہ مری راہ میں برپا کریں کچھ فتنہ و شر

مفتری کوئی سمجھتا ہے تو کوئی مجنون
آرزو ہے انھیں ہر دم مری بربادی کی
لیکن اُن کی یہ تمنا نہ بر آئے گی کبھی
اس میں کچھ شک نہیں یہ بات ہے لاریب درست
فضل کرتا ہے خدا اور تو سب پر لیکن
مفتری کا کبھی ہوتا نہیں انجام بخیر
مفتری کے لئے راحت کا نہیں کوئی مقام
اور جو ملہمِ صادق ہو وہ پائیگا فلاح
اس کو اندیشۂ شمشیرِ مکذب کیا ہو
ہیں جو کاذب ہوں تو پھر کذب کی پائیں گے سزا
کبھی مامور من اللہ نہ ہوگا ناکام
یہ تو سچ ہے کہ ابھی میری جماعت ہے قلیل
اس کے افراد کو اغیار سے نسبت ہی نہیں
اپنے ہی ضعف سے ہے اک تو سنبھلنا دشوار

کوئی ساحر مجھے کہتا ہے کوئی شعبدہ گر
اسی کوشش میں ہیں اسی فکر میں ہیں شام و سحر
بلکہ وہ میری جگہ خود ہی اٹھائیں گے ضرر
ہے یہ قرآن میں ہے قولِ خدائے برتر
مفتری کا نہیں ہوتا نہیں ہوتا یاور
مرگِ ناکامی و حسرت سے نہیں اس کو مفر
نارِ حسرت ہے یہاں اور وہاں نارِ سقر
آخر اس کے لئے وا ہونگے درِ فتح و ظفر
کہ ہے صادق کیلئے ذاتِ الٰہی مغفر
اور صادق ہوں تو منکر کا ہے انجام ابتر
یاد رکھیں اسے لکھ رکھیں عدوئے خود سر
اور اس پر ہے یہ طرہ غربا ہیں اکثر
کہ نہ یہ صاحبِ طاقت ہیں نہ یہ صاحبِ زر
اور پھر درپئے تخریب ہے دنیا یکسر

نت نئے فتنے اُٹھاتا ہے گروہِ علماء
مجھ سے برگشتہ و برہم اُمراء و رُؤسا
اِس طرف میرے موافق کہیں دو ہیں کہیں ایک
حالِ ظاہر جو ہو ملحوظ تو صورت یہ ہے
باوجودیکہ تناسب نہیں باہم کچھ بھی
وقت آتا ہے کہ دی جائے گی شہرت مجھ کو
ہر طرف میرے خیالات کو غلبہ ہوگا
مَیں ہوں اک شمع تہِ سایۂ دستِ قدرت
مَیں وہ ذرہ ہوں کہ خورشید ہے جس میں پنہاں
وہ ترقی مجھے ملنی ہے کہ اَللّٰہُ غَنِیٌّ
میرے ہی سایہ میں خلقت کو ملے گا آرام
چند ہی روز میں ہستی ہے مُبدّل بہ عروج

ہر طرف آتشِ تکفیر کے اُڑتے ہیں شرر
مشتغل عامۃ النّاس، مخالف لیڈر
اُس طرف دشمنِ خونخوار ہیں لشکر لشکر
صید لاغر ہے اِدھر اور اُدھر شیرِ ببر
باوجودیکہ بڑا فرق ہے دونوں میں مگر
وقت آتا ہے کہ دنیا کا بنوں گا رہبر
زیر ہو جائیں گے وہ جو نظر آتے ہیں زبر
مجھ کو گُل کر نہیں سکتی کبھی بادِ صرصر
مَیں وہ قطرہ ہوں کہ رکھتا ہے جو دریا در بر
آج اک تخم ہوں کل ہیں نظر آؤنگا شجر
حیف اُس پر مری جانب جو اُٹھاتا ہے تبر
دیکھتے دیکھتے بنجائے گا ذرّہ نیّر

ہے یقینی مرے اقوال کا پورا ہونا
کہ یہ ہیں وحیٔ الٰہی نہ از رمل و جفر

سُن لیا سب نے یہ ارشادِ مسیحائے زماں
قولِ صادق یہ نہیں تھا تو ہوا کیوں پورا
مفتری پر بھی کہیں فضلِ خدا ہوتا ہے؟
تخم تھا سلسلۂ احمدیہ اب ہے درخت
پہلے قطرہ تھا تو یہ آج ہے بحرِ موّاج
احمدی خدمتِ اسلام میں رہتے ہیں رواں
بہر تبلیغ کبھی روندتے ہیں پشتِ زمیں
ایشیا میں یہ کبھی ہیں کبھی امریکا میں
کہہ رہی ہے یہ پکارے روشِ مستانہ
یہ بہر کیف ہیں مستِ مئے عشقِ اسلام
غیر ملکوں میں بھی اب انجمنیں ہیں قائم
یہ حقیقت ہے کسی سے بھی جو چھپنے کی نہیں
احمدی عرصۂ تبلیغ میں ہیں بے ہمتا
نہیں اس میں کوئی گنجایشِ انکار نہیں
الغرض احمدیت پھیل چکی ہے ہر سمت
تو پھر اُس کے لئے اک سہل سی تجویز یہ ہے
کہ وہ انصاف و خدا ترسی حق جوئی سے
آپ بھی بادلِ ناخواستہ فرماتے ہیں

اب وہ سوچیں جنھیں ہو خطرۂ روزِ محشر
شاخ جو خشک ہو وہ بھی کہیں لاتی ہے ثمر؟
کہیں اُس پر بھی کُھلا کرتے ہیں انعام کے در؟
پہلے اصغر تھا تو اب فضلِ خدا سے اکبر
پہلے ذرہ تھا تو اب صورتِ مہرِ انور
شہرتِ سیر سے گویا ہیں طلسمی پیکر
کبھی یہ چیرتے پھرتے ہیں سمندر کا جگر
کبھی درپیش انھیں افریقہ و یورپ کا سفر
"شیر قالیں ہے دگر و شیرِ نیستاں دگر"
گو وہ کوئی ہی بھی حالت ہو سفر ہو کہ حضر
اس سے قطع نظر اسود ہوں کہ ہوں وہ احمر
خواہ وہ مولوی صاحب ہوں کہ مسٹر ہوں کہ سر
آج انکا کوئی ثانی ہے نہ کوئی ہمسر
کہ زمانے میں ہے یہ بات مِنَ الشّمس اظہر
لیکن اِس پر بھی کسی کو جو نہ آئے باور
جو ہے بہر خس و خاشاکِ تو ہم اخگر
اِک ذرا دیکھ لے قولِ ظفرِ سعد اختر
آپ کو بھی ہے یہ اقرار بصد خوف و خطر

(سلہ زمیندار اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ہند ہی تک نہ رہا سلسلۂ احمدیہ
ہیں اِدھر چین میں شاغل تو اُدھر یورپ میں
چشمِ حیرت سے یہ حسرت نگراں ہوں ہر سُو
آہ! پاپا تھا جنھیں عاقل و دانا و فریس
وائے قسمت جو نظر آتے تھے سرمایۂ ناز
احمدی ہو کوئی اِس کی نہیں مجھ کو پرواہ
کر دیا ہے انھیں تیروں نے کلیجا چھلنی
جل گئے سوزِ دروں سے جگر و دل دونوں
اور چندے یہی حالت ہے تو پھر خیر نہیں
اب توجہ سے ذرا سُن لیں مری معروضات
احمدیت کی ترقی جو نہ روکی ہم نے
یہ ہمارے لیئے گویا ہے جگر کا ناسور
ہوشیار اے مرے یارانِ طریقت ہشیار
احمدیت کے تو سایہ سے بھی لازم ہے فرار

بلکہ اب غیر ممالک میں بھی ہے اِس کا گزر
ہر طرف پھیل گیا احمدیت کا یہ شجر
رگِ جاں کے لیئے یہ بات ہے گویا نشتر
صاحبِ فہم و ذکاؤ خرد و علم و ہنر
اب وہ ہیں اور مئے احمدیت کے ساغر
یہ تو ہے میرے جگر کے لئے اک تیرِ دوسر
آہ! کچھ بن نہیں پڑتی مجھے میں ہوں مضطر
آتشِ غم نے بنا رکھا ہے سینہ مجمر
کہ بنا دے گی مجھے نارِ حسد خاکستر
وہ جو اس راہ میں ہیں سر بکف و سینہ سپر
امن سے کر نہ سکیں گے کہیں اوقات بسر
یا بجھایا ہوا زہر آب میں بُرّاں خنجر
حذر اس خنجرِ خونخوار سے سو بار حذر
ورنہ کھالے گی ہمیں اِس کی تو ہے جوعِ بقر

اللہ اللہ وہی پیکرِ کبر و نخوت
جوشِ بدگوئی اُڑائے لئے پھرتا ہے جسے
احمدیت کی ترقی سے جو ہے یوں نالاں
اور اسطرح جو ہوتا ہے کبھی گرمِ فغاں
آتشِ بغض سے جس کا دلِ بریاں ہے کباب

وہی حاسد وہی بدگو وہی بدبین و اختر
لکھنؤ میں جو کبھی ہے تو کبھی امرت سر
جس طرح چیختی پھرتی ہو زنِ بے شوہر
جس طرح مرگِ پسر پر کوئی بیوہ مادر
دے رہا ہے یہ شہادت وہی نا کامِ ظفر

اب ذرا غور کریں وہ شرفائے عالم
یہ شہادت ہے ترقی کا ثبوتِ کامل

جو ہیں اہلِ خرد و اہلِ دل و اہلِ بصر
یا ابھی اس میں کسی قسم کی باقی ہے کسر

حق پسندوں کے لئے ہے یہ دعائے مختار
دمبدم فضلِ الٰہی رہے سایہ گستر

از جناب سید میر مصباح الدین احمد صاحب

مذکورۃ الصدر عنوان کے ماتحت جب مینے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو "ذکر حبیب" کے جلسوں کا تمام دفتر اور حضرت شیخ عرفانی صاحب کی "حیات احمد" پر تصانیف کا سارا سلسلہ اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی "سیرت المہدی" کا مجموعہ ایک سینما ٹوگراف فلم کی طرح میری نظر کے سامنے گذرنا شروع ہوا۔ اور حضرت اقدس کی حیات طیبہ اور سیرت پاک کا ہر واقعہ اور ہر پہلو ایسے گوناگوں محاسن اور ایسی بڑھی ہوئی دلآویزی اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ کہ میں اس امر کے انتخاب سے قطعی عاجز ہوگیا۔ کہ ناظرین الحکم کے سامنے کونسی بات رکھوں اور کونسی نہ رکھوں اور کون سی پہلے کہوں اور کونسی بعد میں سناؤں میرے قلب کی وہی کیفیت تھی جو کہ فیلسوف نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے ؎

بہر کجا کہ درندام تو ہمی نگرم ۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

بہر حال چار ناچار حیات احمد کے گلشن کے چند پھول چنے جو ہدیہ احباب کرتا ہوں:—

(مصباح الدین احمد)

حضرت اقدس کی صورت پاک

مولوی فضل الٰہی صاحب مہاجر قادیان نے سنایا کہ ایک روز بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ حضور مشرق کی طرف منہ کرکے بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے سے چاند چمک رہا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس کا چہرہ اس قدر درخشاں تھا کہ میں اس بات میں فرق نہ کر سکا کہ آیا چاند کی شعاعیں زیادہ تیز تھیں یا کہ حضرت کی پیشانی مبارک سے نکلنے والی نورانی شعاعیں زیادہ روشن تھیں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کا بیان ہے، "آپ مردانہ حسن کے اعلیٰ نمونہ تھے مگر یہ فقرہ نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا یہ نہ ہو کہ" یہ حسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا۔"

حضرت اقدس کی سادگی وضع

مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "باہر مسجد مبارک میں آپ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی۔ ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی وجہ سے پہچان نہیں سکتا۔ آپ ہمیشہ دائیں صف میں مسجد کی ایک کونے میں اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازے کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے۔ تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے۔ اور پھر خود ہی غلطی پر متنبہ ہوا ہے۔ یا حاضرین میں سے کسی نے اس حقدار کی طرف اشارہ کر دیا!!"

حضرت شیخ عرفانی صاحب فرماتے ہیں:—

۱۳ ستمبر ۱۸۹۵ء کو جب حضور چولا صاحب کے معائنہ کے لئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے۔ چند احباب حضور کے ہمرکاب تھے۔ راستہ میں ایک جگہ آپ تشریف فرما تھے۔ بعض لوگ سن کر ملاقات کو آئے۔ مگر آپ کی سادگی نے ان میں سے بعض کو فوراً شناخت کر لینے کا موقع نہ دیا۔ اور لوگوں نے جناب مولوی محمد احسن صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ سمجھ کر ہاتھ بڑھایا تاکہ مصافحہ کریں اور جناب مولوی صاحب نے ان کو حضرت اقدس کی طرف اشارہ کرکے اپنے آقا و مولا کا پتہ دیا۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب پہلی مرتبہ ملک شیر محمد صاحب کے ہمراہ قادیان میں آیا کھانے کے وقت ملک صاحب مجھے گول کمرہ میں لے گئے۔ جب ہم وہاں گئے تو حضرت اس مجلس میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ اور ملک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اس مجلس میں حضرت اقدس کون سے ہیں؟ میں نے دیکھا مگر میں بتلا نہ سکا۔ آخر انھوں نے مجھے خود ہی اشارہ کرکے بتلایا کہ حضرت اقدس وہ ہیں حضرت اقدس اس سادگی اور خاموشی سے تشریف لائے تھے کہ مجھے یہ بھی علم نہ ہو سکا۔ کہ حضرت اقدس کس وقت تشریف لائے۔

حضرت اقدس کا دربار

حضرت مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایکدفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خو کردہ تھا۔ ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہوگیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بت بننے سے نفرت کرتا ہوں۔ میں تو بت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں۔ نہ یہ کہ میں خود بت بنوں۔ اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا۔

شیخ اسماعیل صاحب سرساوی مہاجر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور پیر سراج الحق صاحب نعمانی مطبع کے باہر ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور پائنتی کی طرف تھوڑی سی جگہ خالی تھی۔ حضرت مطبع میں کسی کام کے لئے تشریف لائے۔ ہم دونوں ایک طرف منہ کئے باتوں میں محو تھے کہ یک لخت ہماری چارپائی اس طرح ہلی جس طرح کسی کے بیٹھنے سے ہل جاتی ہے۔ منہ پھیر کر دیکھا تو پائنتی کی طرف جو تھوڑی سی جگہ خالی تھی اس پر حضرت اقدس تشریف فرما ہیں۔ ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا ادب اسی میں ہے کہ جس طرح پہلے بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہو۔ چنانچہ ہم الامر فوق الادب سمجھ کر بیٹھ گئے اور حضرت پائنتی پر بیٹھے ہوئے ہم سے گفتگو فرماتے رہے۔

سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی مہاجر قادیان بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھے عاق کر دیا۔ تو اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا مجھے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ایک چارپائی بچھی تھی میں اس پر بیٹھ گیا۔ حضرت بھی تحریر کا کام بند کرکے پائنتی کی طرف آ بیٹھے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح بیٹھے رہو۔ اٹھنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت اقدس کا عہد دوستی

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایکدن فرمایا میرا مذہب یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے ایکدفعہ عہد دوستی باندھے۔ مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اسکو آسانی سے ضائع کر دینا نہیں چاہیے۔ اور دوستوں کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اس سے اغماض اور تحمل کے محل میں اتر آنا چاہیے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت اقدس کا کتنا دشمن ہو گیا تھا۔ مگر حضور اس کے ساتھ عہد تعلق کو یاد کرکے فرماتے ہیں ؎

واللہ لا انسیٰ زمان تعلق
ولیس فؤادی مثل ارض تحجرا

(ترجمہ:۔ اور خدا کی قسم اس تعلق کے زمانہ کو بھولا نہیں اور میرا دل سنگلاخ زمین کی طرح نہیں ہے)

قطعت ودادً قد غرسناہ فی الصباء
ولیس فؤادی فی الوداد لقصر

(ترجمہ:۔ تو نے محبت کے اس درخت کو کاٹ دیا۔ جو ہم نے نوجوانی میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل محبت میں کمی کرنے والا نہیں)

ممکن ہے کوئی کہدے کہ یہ ایک محض خوش کن کلام ہے۔ اور ایسے شیریں کلام اور لوگوں کے بھی ملتے ہیں۔ مگر میں اسکے ساتھ حضرت کی زندگی سے عملی ثبوت بھی پیش کرتا ہوں شیخ عرفانی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ اشاعۃ السنۃ کے خریداروں میں سے جو دوست احمدی ہو گئے انہوں نے رسالہ کی قیمت ادا کر کے رسالہ بند کر دیا۔ لیکن مولوی محمد حسین نے ان کا نام رجسٹر خریداری سے خارج نہ کیا۔ اور ان سے خواہ مخواہ قیمت کا مطالبہ کرتا رہا آخر میری معرفت حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا۔ حضرت نے فرمایا " دوستوں کو لکھدو، وہ اس سے حساب نہ کریں اور روپیہ بھیج دیں کہ میرے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ وہ جس قدر مانگتا ہے بطور احسان کے دیدیں"۔

عرفانی صاحب دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ آخر میں مولوی صاحب کی یہ حالت ہو گئی کہ کوئی کاتب انکو رسالہ لکھ کر نہ دیتا تھا۔ چھپوانا تو درکنار لکھی ہوئی کاپیوں کی صحت اور درستی کے لئے بھی ان کو مشکلات تھیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے مولوی ثناء اللہ کو لکھا۔ لیکن مولوی ثناء اللہ نے معاملات کے اصول پر مطالبہ کیا کہ وہ اجرت وغیرہ بھیجدیں تو ممکن ہے کہ ان کا کام کرادیں۔ معلوم نہیں مولوی صاحب نے اسکو پسند کیوں نہ کیا۔ اور انھوں نے مجھے پیغام دیا۔ کہ حضرت اقدس سے عرض کروں کہ منشی غلام محمد کاتب امرتسری سے (جو ان دنوں قادیان میں کام کرتے تھے) ان کا کام کرادیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

"ان کو لکھدو کہ وہ اپنی کاپیاں اور مضمون لے کر آجائیں۔ میں اپنا کام بند کر کے ان کا کام کرادوں گا۔ خواہ وہ میری مخالفت میں ہی ہو"

لالہ ملاوا مل سکنہ قادیان کا بیان ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے قدیمی دوستوں سے مل کر اس قدر خوش ہوتے تھے کہ آپ فرط خوشی سے چارپائی کے کبھی سرہانے اور کبھی پائینتی بیٹھتے اور بار بار ایسا کرتے

دوستوں سے ملکر رہنے کی خواہش

حضرت مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی خاص انس نہیں۔ ہم اپنے مکان کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چند روز گذارہ کر لیں اور فرمایا میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف احباب کے گھر ہوں۔ اور درمیان میں میرا گھر ہو۔ اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو۔ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے۔

برادران یہ باتیں سچی ہیں اور واقعات ان کے گواہ ہیں۔ مکان اندر باہر نیچے اور اوپر مہمانوں سے کشتی کی طرح بھرا ہوا ہے۔ اور حضرت کو بھی بقدر حصہ رسدی بلکہ تھوڑا سا ایک حصہ رہنے کو ملا ہوا ہے۔ اور آپ اس میں یوں رہتے ہیں۔ جیسے سرائے میں۔ کوئی گذارہ کرتا ہے اور اس کے جی میں کبھی نہیں گذرتا کہ یہ میری کوٹھری ہے!

راقم مضمون ہذا اس بات کا عادی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں لپٹ ور سے کچھ مہمان آئے۔ صاحبزادہ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم سے ان کی بیٹھک اس مہمان کے لئے طلب کی گئی۔ مگر انھوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا حضور نے میرے سامنے اپنے اکلوتے بیٹے عبد الحی مرحوم کو فرمایا میاں ہمنے سنا ہے کہ تم نے اپنے مہمان کو مکان دینے سے انکار کر دیا۔ مومن تو ایسا نہیں ہوتا ہے۔ دیکھو میں تمھیں ایک مومن کا حال سناتا ہوں۔ جب میں قادیان آیا تو حضرت اقدس نے ایک برآمدے میں رسی باندھ کر اس پر پردہ ڈالدیا۔ ایک طرف خود ہو گئے۔ دوسری طرف مجھے دے دی۔ پھر مولوی عبد الکریم صاحب آئے تو آپ نے ایک اور رسی باندھ دی اور پردہ ڈال کر کچھ جگہ ان کو دیدی۔ مولوی محمد احسن صاحب آئے آپنے ان کو بھی جگہ دے دی۔ اسطرح جو مہمان آتا آپ سمٹ جاتے اور مہمان کے لئے جگہ بنا دیتے۔ اتنی بات بیان فرما کر حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے فرمایا میاں مومن کا دل تو ایسا ہوتا ہے۔

سید ناصر شاہ مہاجر قادیان فرماتے ہیں کہ ایکدفعہ پرائمری سکول کے پاس مکان کے لئے جگہ نکلی۔ حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے مجھے اس کے خریدنے کی طرف توجہ دلائی۔ مینے حضرت اقدس سے ذکر کیا آپنے فرمایا وہ جگہ دور ہے۔ اور ابھی آپ ملازمت پر ہیں اور آپ کے بھائی اور بھاوج بھی باہر ہیں۔ جب آپ آئینگے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ اور جب وہ وقت آئیگا **ہم آپ کا مکان اپنے پاس بنوائیں گے۔**

پیر سراج الحق صاحب نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت نے خود میرے لئے مکان بنوایا۔ لیکن جب نئے مکان میں چلا گیا تو پھر واپس اپنے مکان میں بلوالیا۔ حالانکہ میری یہ حالت تھی کہ میں تقریباً دس ماہ سے حضرت کے مکان میں رہتا تھا۔ اور ایک بکری بھی رکھی ہوئی تھی اسکی مینگنیاں۔ اس کے پیشاب کی کھرائند اور اس کے بچوں کی ممیاہٹ۔ پھر جھاڑ سے صحن اتنا بھرا ہوا تھا کہ حضرت کے لئے چلنے پھرنے کے لئے بھی جگہ نہ رہی تھی لیکن پھر بھی آپنے میرا علیحدہ مکان میں رہنا پسند نہ کیا

خدام سے شفقت

حافظ حامد علی صاحب مرحوم جو حضرت اقدس کے قدیمی خادم تھے "سیرت مسیح" میں شیخ عرفانی صاحب نے ان کا یہ بیان شائع کیا ہے۔ " مینے ایسا انسان کبھی دیکھا ہی نہیں بلکہ زندگی بھر حضرت کے بعد کوئی انسان اخلاق کا اس شان کا نظر نہیں آتا مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت اقدس نے نہ جھڑکا۔ اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ میں بڑا ہی سست تھا۔ اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ بایں سفر میں حضور ہمیشہ مجھے ساتھ رکھتے"۔

بعینہ ایسے ہی الفاظ ہیں۔ جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک کے متعلق کہے ہیں۔ حضرت انس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ایسے ہی خادم تھے جیسے حافظ حامد علی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خادم تھے۔ (راقم مضمون)

میاں چراغ دین آف کارخانہ مدرسہ احمدیہ نے سنایا:-

میں بچپن میں حضرت اقدس کے گھر میں رہتا تھا۔ ایک روز حضرت نے حافظ حامد علی صاحب کو روپے دیئے اور فرمایا کہ بازار سے گھی کا پیپا خرید کر لاؤ۔ حافظ صاحب مجھے ساتھ لے کر بازار گئے اور پیپہ خرید کر میرے سر پر رکھوا دیا۔ میں بچہ تھا۔ جب میں ڈپٹی شنکرداس کے مکان والی جگہ پر پہنچا تو ان دنوں اس مکان کی بنیادیں کھودی جارہی تھیں۔ مٹی باہر پڑی تھی۔ اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی اور کیچڑ بھی تھی۔ میرا پاؤں پھسل گیا اور گھی کا پیپا گر کر بہہ گیا۔ مزدوروں نے کہنیوں وغیرہ سے اٹھا کر گھی کڑاہیوں میں ڈالا۔ میں متاسف سا ہو کر حضرت صاحب کے پاس پہنچا۔ آپنے مجھے دیکھ کر فرمایا چراغ کیا بات ہے؟ میں نے گھی کے ضائع ہونے کا واقعہ سنایا۔ لیکن آپ نے مجھے کچھ نہ کہا۔ پیچھے سے جب حافظ حامد علی صاحب آئے۔ تو آپنے صرف اتنا فرمایا کہ میاں حامد علی تم نے بچے کے سر پر پیپا کیوں رکھوا دیا تھا یہ کہہ کر فوراً اور روپے دیئے اور فرمایا جاؤ اور گھی لے آؤ۔

میرزا اسمٰعیل بیگ صاحب سکنہ قادیان بھی حضرت کے پرانے خادم ہیں۔ بعد میں وہ پریس کے کام پر متعین ہوئے۔ حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے ان کی بعض کوتاہیوں کا ذکر کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں شکایت کی اور منتظر تھے کہ حضرت کوئی سزا کا حکم دیں گے۔ لیکن حضرت اقدس نے فرمایا "حکیم صاحب!

"باہمیں مرداں بباید ساخت"

انک لعلیٰ خلق عظیم

راقم مضمون ہذا کے ذوق کے مطابق حضرت اقدس کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک معجزہ حضور کے اخلاق کا بھی ہے۔ جس بلند پایہ اخلاق کا آپ سے ظہور ہوا اس کی مثال سوائے آپ کے متبوع و مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے دنیا کے کسی انسان کی زندگی میں نہیں ملتی۔ حضرت کی سیرت کا یہ باب بہت وسیع ہے اور اخبار کے کالم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے میں صرف ایک واقعہ درج کرتا ہوں۔ ۲۶ء میں لاہور میں مجھے مولوی فضل دین صاحب وکیل سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ یہ وہ صاحب تھے جو مارٹن کلارک کے مقدمہ میں حضرت اقدس کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ اور آخری دم تک یہ غیر احمدی رہے انھوں نے مجھے اس مقدمہ کے حالات سنانے شروع کئے۔ مولوی محمد حسین کی گواہی کے متعلق سناتے ہوئے مجھے کہا کہ جرح کے معنی ہوتے ہیں زخمی کرنا۔ جب مینے اپنے خصم کے متعلق جرح شروع کی۔ اور مینے اس کے حسب نسب کے متعلق سوال کیا کیونکہ میرا فرض تھا کہ اصل حالات عدالت کے سامنے آشکارا کرتا۔ اور ثابت کرتا کہ گواہ ایک ذلیل آدمی ہے۔ اس کی گواہی قابل وثوق نہیں لیکن مرزا صاحب نے فوراً مجھے روک دیا۔ اور فرمایا مولوی صاحب اس امر کی ہم اجازت نہیں دیتے (اتنی بات بیان کر کے مولوی فضل دین صاحب کی آواز بالکل بند ہو گئی اور ایک جوش بھری حالت میں کہا)

افسوس مرزا صاحب نے میری ترکش کے آخری تیر چلنے دیئے بار بار یہ لفظ دہرائے اور پھر استعجاباً کہا کہ کیا حیرت کی بات ہے کہ اقدام قتل کا مقدمہ ہے۔ ایک شخص جس کی گواہی پر موت کا فتوےٰ صادر ہوتا ہے۔ اس کی گواہی کو بھی جبکہ حقائق کی بنا پر کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو چونکہ اس گواہ کی ذات پہ ایک بُرا اثر پڑتا تھا۔ آپنے روک دیا۔ پھر کہا کہ مینے ایسا موکل کوئی نہیں دیکھا اقدام قتل کا مقدمہ ہے۔ لیکن کیا حوصلے اور وقار کا پیکر ہے کہ اپنے وکیل کو بھی تسلی دلاتا ہے۔ پھر کہا کہ مجھے مرزا صاحب نے پہلے ہی کہدیا تھا۔ مولوی صاحب! ہم بری ہو جائیں گے۔

حضرت اقدس کا جذبہ ایصال خیر

پنڈت بے کشن صاحب قادیان میں ایک معمر آدمی ہیں انھوں نے ایکدفعہ مجھے سنایا پنڈت لچھمن داس نے حضرت صاحب کے پاس جا کر کہا کہ مرزا جی فلاں فلاں دوست اِدھر تو آپ سے بہت فوائد حاصل کرتے ہیں اور اُدھر جب بازار میں جاتے ہیں۔ تو آپ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ تو مرزا صاحب نے جواباً فرمایا کہ پنڈت صاحب! ہماری مثال تو بیری کی سی ہے کہ لوگ آتے ہیں اُسے ڈھیلے بھی مارتے ہیں اور بیر بھی لے جاتے ہیں

حضرت اقدس کی سخاوت

چوہدری غلام محمد صاحب بی اے۔ ہیڈ ماسٹر مدرسۃ البنات نے سنایا کہ جب بورڈنگ تعمیر ہو رہا تھا تو ایک بوڑھا آدمی ہاتھ میں درانتی پکڑے ہوئے اندر آگیا۔ مینے پوچھا بابا تو کیا دیکھتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں اپنے پیر کا مکان دیکھتا ہوں۔ مینے کہا کہ بابا کیا تو احمدی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ البتہ میں ان کا خاندانی مرید ہوں۔ میں ننگل کا رہنے والا ہوں۔ اور مرزا صاحب کے خاندان میں ایک نہ ایک بزرگ ہوتا چلا آیا ہے۔ ہم اس خاندان کے مرید ہیں۔ مینے کہا بابا کوئی مرزا صاحب کی بات سناؤ۔ اس نے کہا کہ میری اور مرزا صاحب کی عمر میں چند سال کا فرق ہے۔ یعنی وہ چند سال مجھ سے بڑے تھے۔ جب ان کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی شادی ہوئی۔ تو انھوں نے بہت سے بکرے خرید کئے۔ چونکہ بہت دعوتیں ہوتی تھیں۔ اسلئے ہر روز ایک دو بکرے ذبح کئے جاتے تھے۔ میں اور میرا باپ ان بکروں کے رکھوالی تھے ایک روز میں بکروں کے پاس کھڑا تھا کہ مرزا صاحب آگئے۔ مجھے ننگے پاؤں دیکھ کر فرمایا کہ کیا تمھیں کانٹے نہیں چبھتے۔ اور تکلیف نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کی کہ جناب میرے والد صاحب مجھے جوتا لے کر نہیں دیتے قریب ہی میرے والد صاحب کھڑے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ اس لڑکے کو جوتا کیوں نہیں لے کر دیتے تو انھوں نے جواب دیا کہ جی میں غریب آدمی ہوں اسلئے مجھے توفیق نہیں تو آپ نے فوراً اپنے پاؤں سے جوتا اُتارا اور مجھے فرمایا کہ پہن کر تو دیکھو۔ مجھے وہ پاؤں کم و بیش پورا آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو تمھیں بالکل ٹھیک آگیا ہے۔ دوسرا پاؤں بھی اُتار کر دے دیا۔ اور خود ننگے پاؤں واپس چلے گئے۔

"سیرت مسیح موعود" حضرت عرفانی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی خوش دامن (حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی بڑی اہلیہ صاحبہ) جب فوت ہو گئیں۔ تو دوسرے روز حضرت مفتی صاحب کے گھر میں عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حفصہ یعنی مفتی صاحب کی اہلیہ کو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں جگہ دے دی ہے۔ تم فکر و غم نہ کرو میں بھی تمھارا باپ ہوں۔ جس چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھ سے کہا کرو۔ اُس نے رو کر عرض کی کہ میں کمزور ہوں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو اکثر بیمار رہتے ہیں۔ وہ ان کے لئے اکثر دعائیں کیا کرتی تھیں آپ کو توجہ دلاتی تھی۔ اب میں کس سے کہوں گی" فرمایا مجھ سے کہا کرو۔ اور سر سے پگڑی اُتار کر دیدی اور فرمایا کہ اس کا ایک ایک کرتہ بنا کر سب بچوں کو پہنا دو۔ اور خود اس ردی ٹوپی کو سر پر رکھ کر تشریف لے گئے۔ جو پگڑی کے اندر آپ رکھا کرتے تھے۔

حضرت اقدس کی درویشانہ زندگی

"سیرت المہدیؑ میں جناب مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا بیان مندرج ہے۔ کہ مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے ان سے جب حضرت اقدس کی زندگی کے متعلق دریافت کیا۔ تو مرزا صاحب موصوف نے مولوی درد صاحب کو کچھ باتیں بتلائیں۔ مولوی صاحب نے مزید دریافت کیا تو مرزا صاحب نے فرمایا" اور بس یہی ہے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گذاری۔ بلکہ فقیر کے طور پر گزاری" مرزا صاحب نے اسے بار بار دہرایا۔

حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ "جنگ مقدس" کے مباحثہ کے موقعہ پر حضور امرتسر میں جس مکان میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اس میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں حضور علیحدہ بیٹھ سکتے۔ مہمانوں سے مکان بھرا ہوا تھا ایک روز میں اور مولوی الہ دین صاحب بائیبل کے بعض حوالجات دکھانے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس اسوقت کوٹھے پر دیوار کے سایہ میں ایک معمولی چٹائی بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کاغذات پڑھ رہے تھے۔ اس چٹائی پر کوئی دری کوئی تکیہ کچھ بھی نہ تھا۔ اور وہ اتنی بڑی بھی نہ تھی کہ اسپر اگر لیٹنا چاہتے تو لیٹ سکتے۔ اسی طرح جب اس مکان سے اُٹھ کر خان محمد شاہ والے مکان میں چلے گئے۔ تو آپ کو اسہال کی شکایت تھی۔ آخری دن تو بہت زیادہ اسہال آئے تھے حوالجات دکھانے کے سلسلے میں مجھے اور مولوی الہ دین صاحب کو پھر حضرت کے حضور حاضر ہونا پڑا۔ دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور وہ چٹائی اتنی چوڑی ہے کہ آپ کا نیچے کا جسم گھٹنوں تک زمین پر ہے۔ مگر آپ نہایت ہی بے تکلفی اور سادگی سے اس پر لیٹے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔

حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہیں..... بیٹھنے کا مکان ایسا معمولی ہے کہ زمانہ کی عرفی نفاست اور صفائی کا جاں دادہ ایکدم کے لئے بھی وہاں بیٹھنا پسند نہ کرے۔ مینے بارہا وہ تخت لکڑی کا دیکھا ہے۔ جس پر آپ گرمیوں میں باہر بیٹھتے ہیں۔ جب بھی آپ نے نہیں پوچھا۔ اور جو کسی نے خدا کا خوف کر کے مٹی جھاڑ دی ہے۔ جب بھی التفات نہیں کیا۔ کہ آج کیسا صاف اور پاک ہے۔ غرض اپنے کام میں اسقدر استغراق ہے کہ ان مادی باتوں کی مطلق پروا نہیں۔ جب مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنوانے کی ضرورت پیش آئی ہے بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ صرف کرنا عبث ہے۔ اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجار بتر بندیاں اور تختے رندہ سے صاف کر رہا تھا۔ روک دیا اور فرمایا یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے۔ مختصر کام کرو"

چودھری غلام محمد صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر مدرسۃ البنات نے مجھے سنایا کہ لالہ کنھیا لعل صراف قادیان نے ان سے کہا کہ ایکدفعہ حضرت مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا۔ آپنے مجھے فرمایا کہ ایک یکہ کرا دیا جائے حضور جب نہر پر پہونچے تو آپ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکہ والے کو وہاں چھوڑا۔ اور خود پیدل واپس تشریف لائے۔ یکہ والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا۔ اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے۔ تو میں نے یکہ والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کم بخت اگر مرزا نظام الدین ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا۔ تو بیٹھتا۔ لیکن چونکہ وہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے اس لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم اس سے معافی مانگو۔ تم نے کیوں اسے مارا۔ وہ مزدور آدمی تھا۔ وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی اور چلا گیا۔ میں نے کہا حضرت میں تو اُسے اور ماروں گا۔ اس نے کیوں ایسا کیا۔ لیکن حضرت بار بار یہی فرماتے رہے نہیں ان سے معافی طلب کرو۔

حضرت اقدس کا جذبہ شکر گزاری

شکر کے دو رُخ ہیں ایک اشکر اللہ اور دوسرا شکر للناس۔ پہلا رُخ قدرے علمی پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اس کا اس چھوٹے سے مضمون میں بیان ہونا قدرے دشوار امر ہے۔ ہاں اس کے متعلق حضرت اقدس کا ایک شعر لکھ دیتا ہوں ؎

کسطرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

یہاں مجھے دو ایک بندوں کی شکر گذاری کے متعلق باتیں بیان کرنا مقصود ہے۔

حافظ نبی بخش صاحب والد مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم مبلغ افریقہ حضرت اقدس کے دعوے سے..... قبل کا واقعہ ہے کہ حضور باغ میں تشریف لے گئے ساتھ چند اور بھی دوست تھے۔ کسی دوست نے ایک پھل دار درخت پر حضرت اقدس کا عصا مبارک پھینکا۔ وہ عصا وہیں لٹک کر رہ گیا۔ دوستوں نے پتھروں اور ڈھیلوں سے ہر چند کوشش کی۔ مگر وہ عصا نیچے نہ گرا۔ میں نوجوان لڑکا تھا۔ میں اپنا

تو جلد کس کر درخت کے اوپر چڑھ گیا۔ اور عصا مبارک اتار لایا حضرت اقدس کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ بار بار فرماتے میاں نبی بخش تم نے بڑا کمال کیا۔ تم نے تو آج میرے والد صاحب کا سونٹا نیا لا کر مجھے دیا ہے باغ سے واپس لوٹتے تو راستہ میں جو ملے اُن سے بھی ذکر کیا کہ میاں نبی بخش نے مجھے آج نیا سونٹا لا کر مجھے دیا ہے۔ پھر مسجد میں آکر بھی اسی شکر گزاری کا ذکر فرماتے رہے۔

مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب مرحوم تو انگور لائے اور میں اپنے علاقہ گجرات سے خشک جنگلی بیر لایا۔ اور حضرت کے نذر کئے۔ دوسرے روز مغرب کے وقت میں حضرت کو دبا رہا تھا کہ دباتے دباتے میرا ہاتھ حضرت کی کوٹ کی جیب پر پڑا۔ تو حضرت نے فرمایا اس میں وہی بیر ہیں جو آپ لائے ہیں۔ مجھے یہ بہت ہی پسند ہیں۔ بار بار اس کا ذکر فرمایا۔

منشی کرم علی صاحب کاتب ریویو نے بیان کیا کہ حضرت اقدس کو میری سنگسازی کے ہنر پر بہت تعجب ہوا کرتا تھا۔ کہ تم کس طرح الٹا لکھ لیتے ہو۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ اگر پروف میں کوئی غلطی نہ ہوئی تو ہم آپ کو انعام دیں گے۔ جب پروف آیا تو حضور نے ایک غلطی لگائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ تمہاری غلطی نہیں ہے۔ اصل ہی میں یہ مجھ سے ہی غلطی رہ گئی تھی۔ اور ایک روپیہ انعام بھی مجھے دے دیا۔

احباب اور خدام پر حُسن ظن

جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کی روایت ہے کہ ۱۹۰۵ء میں جب حضور دہلی تشریف لے گئے تو مہمانوں کے کھانے کے لئے ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے۔ میں نے الگ ہو کر گنے۔ تو وہ ۲۵ یا ۲۶ تھے۔ جب وہ خرچ ہو گئے تو میں نے ان کا حساب لکھ کر حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا:۔

"میر صاحب! میں حساب لینے کے لئے دنیا میں نہیں آیا۔ بلکہ خدا کے ساتھ لوگوں کو ملانے آیا ہوں۔ آپ حساب لکھنے کی تکلیف نہ فرمایا کریں۔ بلکہ اگر زیادہ محتاط رہنا ہے تو میرے دیئے ہوئے روپے سارے کے سارے ایک جیب میں ڈال رکھا کرو۔ اس میں اور کوئی پیسہ نہ ڈالا کریں۔ اور جب ختم ہو جائیں تو مجکو کہدیا کرو۔

عرفانی صاحب اپنی "سیرت مسیح موعود" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ایکمرتبہ بہت سا روپیہ ایقاظ الناس اور بعض دوسری عربی کتابوں کے لئے منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی کو دیا۔ وہ اس کا حساب بنا کر لائے اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپنے فرمایا "میں اپنے دوستوں سے حساب نہیں کرتا۔ اپنے مال کا حساب نہیں ہوتا

حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گاؤں کے بہت ہی گمنام اور پست ہمت اور وضیع فطرت جولاہوں کے لڑکے اندر خدمت کرتے ہیں۔ اور بیسیوں روپے کے سودے لاتے اور بارہا لاہور جاتے اور ضروری اشیاء خرید لاتے ہیں۔ کبھی گرفت نہیں۔ سختی نہیں۔ یا بازپرس نہیں ..... میں نے کبھی نہیں سنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے۔ اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق بازپرس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ کیا سکون زا دل اور پاک فطرت ہے۔ جس میں سوءظنی کا شیطان نشیمن نہیں بنا سکا"

مساوات کا نادر اسوہ

مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب جو کہ حضرت اقدس کے پرانے خادم ہیں ان کی روایت ہے کہ جب حضرت اقدس نے اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے۔ تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا۔ اور میں بھی عموماً ہمرکاب ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑی پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا۔ اور عرض کرتا مجھے حضور شرم آتی ہے آپ فرماتے کہ کیوں تمہیں گھوڑے پر سوار ہونے سے شرم آتی ہے۔ ہم کو پیدل چلنے میں شرم نہیں آتی۔

جب حضرت قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کرتے۔ جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا۔ تو میں اتر پڑتا۔ اور آپ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کرتے۔ اور بعد میں آپ سوار ہوتے جب آپ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اسی چال سے چلنے دیتے۔ ایسا ہوتا کہ گویا باگوں کو اشارہ بھی نہیں ہوا۔

"سیرت المہدی" میں میاں عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کی روایت درج ہے کہ جب حضرت شیخ مہر علی رئیس ہوشیارپوری کے بلانے پر ان کے لڑکے کی شادی پر ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ تو میں اور میر عباس علی اور شیخ حامد علی صاحب ساتھ تھے

شیخ مہر علی صاحب نے یہ انتظام کیا تھا کہ دعوت میں کھانے کے وقت رؤسا کیواسطے الگ کمرہ تھا اور ان کے ساتھیوں اور خدام کے واسطے الگ تھا۔ مگر حضرت صاحب کا یہ قاعدہ تھا کہ اپنے ساتھ والوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ ہم تینوں کو اپنے داخل ہونے سے پہلے کمرہ میں داخل کرتے تھے۔ اور خود بعد میں داخل ہوتے تھے۔ اور اپنے دائیں بائیں ہم کو بٹھاتے تھے۔

الغرض یہ ذکر حبیب کی حدیث بہت ہی دلآویز اور دراز تر کہنے کے قابل ہے۔ حضرت کے کس کس وصف کو بیان کیا جائے۔ آپ کی ہر ایک ادا شیریں اور ہر ایک حسن نرالی شان رکھتا ہے۔ لیکن اخبار کے کالم محدود ہیں۔ اسلئے بادلِ ناخواستہ یہ کہہ کر بس کرتا ہوں۔

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

وقایع یوسفی

حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف جمال جدہ کے ایک مشہور تاجر اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخلص ممتاز بزرگوں میں سے ہیں۔ آپکو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے تعلقات صہری کا شرف بھی حاصل ہے آپنے اپنے بعض واقعات لکھکر بغرض اشاعت عطا فرمائے ہیں اور آئندہ بھی کچھ نہ کچھ امید ہے انشاءاللہ لکھتے رہیں گے۔ امید ہے احباب اسے دلچسپی سے پڑھیں گے۔ (عرفانی)

۱۳۲۲ھ کا واقعہ ہے کہ ۷ رشعبان یوم الاحد میں قادیان پہنچا ظہر کے وقت۔ ۱۱ رشعبان کو موافق یوم السبت حضرت صاحب سے رضا لے کر میں روانہ ہوا حضرت مسیح موعود نے مفتی محمد صادق صاحب کو فرمایا کہ سیٹھ صاحب کو ۱۰ نسخہ الاستفتاء کے دو۔ وہ حجاز میں علماء کو تقسیم کریں۔ مفتی صاحب نے ۱۰ نسخے دے اور ساتھ ہی میں ۱۰ نسخہ تفسیر سورۃ فاتحہ کے بھی لے گیا۔ ۱۱ رمضان کو جدہ پہنچا اور ۲۶ ر رمضان کو ایک استفتاء سید محمد حامد مفتی حنفیہ کو جو میرے استاد بھی تھے پیش کیا۔ صفحہ کھولا تو تصویر پر نظر پڑی۔ بولے اس میں تو تصویر ہے۔ مینے کہا کہ سلطان عبدالحمید کی بھی تصویر اب تو جدہ میں آنیوالی ہے۔ دوسرا صفحہ کھولا کچھ پڑھ کر کہا کہ یہ تو شرطیں باندھتے ہیں۔ مینے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے بھی شرط باندھی تھی خاموش ہو کر اس کو ساتھ لے گئے۔ دوسرا نسخہ الشیخ احمد بن سلمان صانع جو ایک بڑے عالم شافعی مذہب کے تھے دیا۔ تیسرا نسخہ الشیخ احمد بن صبرین کو دیا وہ بھی شافعی مذہب تھے۔ ایک چوتھے شافعی مذہب کے عالم صاحب جن کا نام احمد یا جنید تھا خود دکان پر آ کر لے گئے پہلے دونوں نے تو سکوت کیا لیکن جب شیخ احمد بن سلمان کے پاس دوسری عید کو ملنے گیا ... تو ایک قصہ یوں بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مرتے وقت کہا تھا کہ کفنونی فی ثیاب بالیہ فانہا خلقت للدود والتراب بہت لوگ بیٹھے تھے کسی کو کچھ اعتراض گذرا ہوگا فوراً یہ جملہ بھی ساتھ ہی کہا مطلب اس کا یہ تھا کہ جسد مبارک صدیق اکبر کا اس سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ تو حی ہیں جزبہ کا فقرہ...

شیخ احمد صبرین نے تو جلد ایک رسالہ رد میں لکھ کر چھپوا دیا اور جدہ میں شائع بھی کر دیا۔ احمد یا جنید نے تو بازار میں نکلنا شروع کر دیا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتا تھا۔ اب خدا کا الہام انی مھین من اراد اھانتک پورا ہونا ظاہر ہوتا کہ اس سال جدہ میں سخت طاعون پڑی۔ وہ طاعون میں مر گیا۔ شیخ احمد بن صبرین ماہ ذیقعدہ ہی میں بسبب کچھ تسبیح کے بارے میں مسئلہ بیان کرنے میں عوام کو نہ سمجھانے کے عوام نے باہر اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ پھر خواص میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تو وہابی ہو گیا ہے اور یہ ذلت دوسرے ہی مہینے میں اس کو لاحق آگئی

یہ پہلا واقعہ ہے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا جو حجاز میں میرے جانے کے بعد ہوا۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

ہم سے پوچھو اس نگاہِ ناز کی خونریزیاں
ہم نے دیکھا ہے تماشا قتل کا ہوتے ہوئے

تاللہ لقد ارسلنا الی اُمم من قبلک فزین لھم الشیطٰن اعمالھم۔ اللہ کی قسم ہم نے تمام اُمتوں کے گروہوں کیطرف تیرے سے پہلے (یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم) رسول بھیجے۔ (کیوں بھیجے) کہ شیطانوں نے ان کی بداعمالی اُن کے لئے زینت کا سامان بنادی۔ اللہ تعالٰی نے اپنی ذات کی قسم کھا کر بیان کیا کہ رسولوں کے بھیجنے کی ضرورت جب ہوئی۔ جب کہ شیطانوں نے یعنی اُن کے بارسوخ لیڈروں اور پیروں اور علماء نے اُن کی بداعمالیاں ان کی نظروں میں بہت عمدہ اور پسندیدہ بنا دیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں جو گروہ خراب ہوا وہیں رسول بھیجا۔ اور رسول بھیجنے کی ضرورت ان لوگوں کی بداعمالیاں اور بدکرداریاں تبلائیں۔ اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ضرورت لاحق ہوئی۔ کہ نہیں۔ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانوں میں ضروری بداعمالیاں پیدا ہوں۔ اگر دنیا میں بداعمالیاں نہیں ہوئیں۔ اور دنیا میں اعمال صالحہ اور نیکیاں ہی نیکیاں ہیں۔ تو کسی رسول کی ضرورت نہیں۔ اور جو پہلے سے بھی زیادہ بدیاں اور خرابیاں ہوئیں۔ یا یوں کہو کہ جو جو بدیاں ہر ایک فرقہ میں پہلے تھیں ان کا مجموعہ اب موجود ہے۔ تو کسی رسول کی ضرورت بھی ضروری لازم ہوئی۔ یہ بات غور کرنے کے لائق ہے۔ کہ پہلے تو رسول براہِ راست ہر ایک زمانہ میں ہوتے رہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بتوسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ کہ وہ راہ استقامت دکھا۔ جو پہلے منعم علیہ گروہ کو دکھائی۔ سو وہ منعم علیہم لوگ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ اگر نبی نہیں ہو سکتے ہیں تو صدیق، شہید، صالح بھی نہیں ہو سکتے۔ یہ چار گروہ ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں۔ ایک کی ان میں سے ضرورت نہیں۔ تو تینوں کی ضرورت نہیں۔ تو اس سے یہ امت خالی رہ جاتی ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم کی تفسیر خدا نے قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمادی۔ کہ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ یعنی جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی یہ منعم علیہ گروہ کے ساتھ والے ہیں۔ جو نبی، صدیق، شہید، صالح ہیں۔ مع کے معنے یہ نہیں۔ کہ ان کے ہمراہ ہوں گے۔ جیسے حاکم کے ساتھ اردلی سپاہی ہوتے ہیں۔ مع کے معیت کے [illegible] ہیں۔ جو انہیں میں سے انعام یافتہ ہوں گے۔ جیسے توفنا مع الابرار سے۔ یہ معیت اسی مقام کو جاتی ہے۔ جیسے صراط الذین انعمت علیھم راستہ طلب نہیں کی گئی۔ بلکہ راستہ کی وہ منزل مقصود چاہی گئی ہے۔ جس کا حاصل کرنا مقصود ہے۔ اگر نبی اس اُمت میں سے نہیں ہوتے تھے۔ اور جو [illegible] عدمی کرنے یا یہ اعتقاد رکھے۔ وہ کافر اکفر ضال مضل اور

دجال ٹھہرے۔ تو پھر یہ دعا کیوں سکھائی گئی۔ اور کیوں تعلیم کی گئی۔ مگر جس کسے خیال سے بھی انسان کافر وغیرہ بنجائے نہ ایک دفعہ دعا بلکہ رات دن میں پچاس ساٹھ بار یہ دعا طلب کی جاتی ہے۔ جس کے نہ طلب کرنے سے نماز ہی نہیں ہوتی ہے۔ حاصل مطلب اس کا یہی ہے۔ کہ انسان اس گروہ منعم علیہم میں داخل ہو۔ مثال کے طور پر یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ ایک انسان دعا کرتا ہے۔ کہ میں اپنے نبی متبوع کا ہمرتبہ ہو جاؤں اور وہی راہِ مقصود حاصل ہو۔ جو اس کو ہوئی۔ تو وہ اُس میں فنا ہو کر وہی مقام حاصل کر لیوے۔ مثلاً ہم نے دعا کی کہ ہم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم بن جائیں۔ تو وہ مجاہدہ کرکے اس کے ذریعہ سے وہی نبی متبوع بن جائے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی بن جائے۔ اور وہ واقعی بن جائے۔ مگر پھر وہ دیکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہی آگے ہیں۔ اور یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گیا۔ تو چونکہ جو مجاہدات اور ریاضیات اور اعمال صالحہ اُس کی تعلیم سے اس کو کرنے پڑے وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملنے ضروری ہیں۔ یہ تو معلوم ہے کہ جو امتی اعمال صالح اور ریاضیات بجا لائیگا۔ یا جو اولاد نیک کام کرے گی۔ تو اس کا ثواب یا بڑا حصہ والدین کو بھی ملیگا۔ اور نبی متبوع کو بھی پہنچیگا۔ تو اس کے اعمال اور اس کے یعنی نبی متبوع کے اعمال اس نبی متبوع کو آگے ہی آگے لے جائیں گے اب پھر یہ دعا کرتا ہے۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم اس کے باعث سے یہ نبی متبوع کے مقام کو من کل الوجوہ حاصل کرلے گا۔۔

صوفیائے کرام میں یہ بحث ہوئی ہے۔ کہ نبی کے رتبہ کو اُمتی نہیں پہنچ سکتا۔ اور پہنچ بھی سکتا ہے۔ پہنچنا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت کے باعث سے وہ مرتبہ فنا فی الرسول ہونے کا لے لیتا ہے۔ اور رسول کے نامہ اعمال میں اُمتی کے نامہ اعمال بھی شامل ہو کر وہ رسول آگے ہی آگے رہیگا۔ اسی باعث سے اس اُمت میں نبوت کا درجہ حاصل کرنے کا توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کیا گیا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم تمام عالموں اور سرخ و سفید کے لئے نبی ہیں۔ پس وہ پیشگوئی۔۔ جو امام مہدی اور مسیح کے بارہ میں ہے۔ وہ اسی معنے سے ہے۔ مہدی و مسیح دو نہیں بلکہ ایک ہی شخص ہے۔ لوگوں کی غلطی ہے ایک کے دو بن گئے۔ جو صحیح حدیث ہے۔ وہ ابن ماجہ کی ہے۔ جو صحاح ستہ میں ہے۔ کہ لا مھدی الا عیسٰی۔ جیسے لا الہ الا اللہ۔

اب یہ زمانہ پھر نازک اور شرارتوں کا آیا۔ جس میں دجال بھی موجود ہے۔ اور وہ علما بھی موجود جو علماء ھم شر من تحت ادیم السماء۔ اور اسلام کا نام ہی نام باقی رہجائے گا۔ اور قرآن شریف گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ گو اُسے پڑھیں گے۔ اور نمازیں بھی رسمی اور شریعت کو بھول جائیں گے۔ ان کی جگہ راہ و رسم بیہودہ جاری کریں گے۔ پس وہ مہدی آیا۔ عین ضرورت کے وقت خدا نے مبعوث کیا۔ وہ مسیح خاص الخاص زمانہ کے لحاظ سے مبعوث ہوا۔ جو قادیان پنجاب میں ہے۔ جس کا نام نامی واسم گرامی غلام احمد، اور زمانہ کی ضرورت کے سبب سے خدا کے نزدیک مہدی و مسیح موعود ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیامۃ۔

اخبار الحکم کا یہ خاص نمبر نکلتا ہے۔ اس کے لئے مضمون لکھنا ایک مشکل امر یہ ہے۔ کہ آپ کی کس کس بات کو لکھوں آپ کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کلام کرنا، سونا، جاگنا، ہر ایک کام تبلیغ بادشاہوں، امیروں کو وقتاً فوقتاً کرنا۔ اور ہر ایک طبقہ کے لوگوں کے لئے ان کی اصلاح کو مدنظر رکھ کر رحمت و عذاب کی پیشگوئیاں کیں۔ اور اپنا ثبوت پیش کردیا ایسا کہ جیسے دو اور دو چار۔

ایسے ہیں کہ ایک ایک ہی حرکت و سکون پر بڑی بڑی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ دو چار باتیں اس وقت لکھنی چاہتا ہوں باقی حالات تذکرۃ المہدی حصہ اول و دوم میں لکھے ہیں اور حصہ سوم و چہارم وغیرہ دو ہزار صفحہ کی کتاب لکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالٰی اس کو پورا کرے۔

ایک روز حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جلسہ کیا۔ جس میں چالیس آدمی تھے۔ اور وہ جلسہ عیدگاہ کے مشرقی طرف درخت بڑ کے نیچے فرمایا۔ وہاں جاکر سب زمین پر بیٹھ گئے۔ اور آپ بھی زمین پر ہی رونق افروز ہوئے۔ فرمایا۔ یہ جلسہ اس غرض سے کیا گیا ہے۔ کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور نیز ہمارے الہامات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ تمام بادشاہوں میں جنگ ہوگا۔ اور خاصکر یاجوج ماجوج جو روس اور انگریز ہیں۔ ان میں بھی جنگ ہوگا۔ ہم تو خدا جانے اُس وقت ہوں یا نہ ہوں۔ آؤ ہم اپنی گورنمنٹ برطانیہ کی فتح کے لئے دعا کریں۔ کیونکہ خدا نے ہمیں اس میں پیدا کیا۔ اور اس کو ہمارے لئے ہتھیار بنایا۔ اللہ تعالٰی اس گورنمنٹ کو ہر ایک مقام و موقعہ پر فتحمند کرے۔ سب نے دعائیں کیں اور بڑی دیر تک دعائیں کیں۔ کہ ہمارے دست و بازو تھک گئے۔ اور درد کرنے لگے۔ پھر واپس قادیان میں آگئے۔ یہ دس بجے دن کا وقت تھا۔ اور گرمیوں کا موسم۔ حافظ حامد علی مرحوم۔ اور مرزا اسمٰعیل بیگ سلمہٗ۔ اور حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور حکیم فضل الدین رضی اللہ عنہ۔ اور میاں خیرالدین سلمہٗ و امام الدین سلمہٗ۔ و جمال الدین مرحوم ساکن سیکھواں۔ غالباً منشی عبدالعزیز بھی تھے۔ کچھ کپورتھلہ کے اور کچھ لاہور کے احباب تھے۔ اور ایک دو امرتسر کے باقیوں کے نام یاد نہیں۔ شاید منشی تاج الدین اور صوفی علی محمد ملہم رضی اللہ عنہ تھے۔

حافظ محمد صاحب پشاوری رضی اللہ عنہ بڑے مخلص اور متقی اور قرآن شریف کا عمدہ و اعلیٰ ترجمہ کرنیوالے تھے بڑے بہادر حق کو فوراً قبول کرنے والے تھے۔ جب وہ پشاور میں فوت ہوئے۔ تو حضرت مولوی سرور شاہ صاحب بھی وہیں تھے۔ ایک روز مولوی غلام حسن صاحب کے مکان پر قریباً بیس آدمی جمع تھے۔ حافظ صاحب نے باتوں باتوں میں تقوے کے ذکر میں مولوی غلام حسن صاحب سے دریافت کیا۔ کہ آپ متقی ہیں۔ انہوں نے انکار کیا۔ کہ میں تقویٰ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ حافظ صاحب نے کہا۔ کہ آپ احمدی ہو کر بھی متقی نہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ مولوی صاحب نے پھر انکار کیا۔ تو حافظ صاحب نے ہر ایک سے فرداً فرداً دریافت کیا۔ کہ آپ متقی ہیں۔ تو سب نے وہی جواب دیا۔ جو مولوی صاحب نے جواب دیا تھا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ (باقی دیکھو صفحہ)

چند روز کے بعد بیمار ہو گئے۔ انہوں نے اپنی اولاد کو نصیحت کی۔ کہ جتنے بھی یہ احمدی ہیں۔ مجھے ان کی احمدیت میں شک ہے۔ میرے جنازہ کی ان کو اطلاع نہ کرنا۔ بیٹوں نے کہا۔ کہ نماز کون پڑھے گا۔ حافظ صاحب نے کہا۔ کہ ملائکہ نماز پڑھیں گے۔ اور حاکم وقت دفن کریں گے۔ چونکہ یہ لوگ متقی نہیں۔ احمدی بھی نہیں میں پسند نہیں کرتا کہ میرے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا۔ تو آٹھ دس روز کے بعد خبر ملی۔ قادیان میں اُن کے انتقال کی صرف خبر آئی تھی۔ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حافظ صاحب کے جنازہ کی نماز غائب پڑھی۔ تفصیلی علم کسی کو نہیں جب مولانا سرور شاہ صاحب قادیان آئے اور حضرت اقدس علیہ السلام سیر کے لئے موضع بُٹر کی طرف تشریف لے گئے۔ تو مولوی سرور شاہ صاحب نے حافظ صاحب مرحوم کا یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حافظ محمد مرحوم حق پر تھے۔ اور یہ سب غلطی پر تھے۔ کیونکہ جو مومن ہوتا ہے۔ وہ متقی بھی ہوتا ہے۔ مومن ہونا ہی متقی کا نشان ہے۔ ایمان ہی ہے کہ جس سے انسان تقویٰ حاصل کرتا ہے۔ سو آپ نے حافظ صاحب رضی اللہ عنہ کو حق پر فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ جب کسی سے پوچھا جائے کہ تم مومن ہو تو فوراً قبول کرے گا۔ کہ ہاں میں مومن ہوں۔ اور جب متقی ہونا دریافت کیا جائے تو تعجب ہے کہ اس سے انکار کرے۔ مولوی سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اُس مجلس میں ایک میں باقی رہا کہ مجھ سے حافظ صاحب نے سوال نہیں کیا ورنہ سب سے سوال کیا۔ اگرچہ یہ خبر ایک صاحب بوڑھے سے مختصر سُنی تھی۔ لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ کسی اور کی زبانی بھی معلوم کر دں۔ سو اتفاق سے مولانا سرور شاہ صاحب نے مفصل یہ بیان فرمایا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

اور یہ الہام کہ:۔

"پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن"

تو آپ نے بڑی دیر تک اس مکان میں کہ جہاں حضرت مکرم صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کا مکان ہے تقریر فرمائی۔ اور فرمایا کہ پھر کا لفظ خدا جانے کہاں تک جائیگا اور کتنے عرصہ طول پکڑے گا۔ فرمایا پھر بہار آئی پھر خدا کی بات پیدی کبھی اسکی کوئی انتہا نہیں۔ پھر پھر پھر کا لفظ بار بار خدا کا فرمانا ایسا نہیں ہے۔ کہ جس کی حد بست کی جائے۔ ناصر شاہ صاحب بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔

ابو اللمعان سراج الحق نعمانی سرساوی۔ حال مہاجر قادیان

منظر وصال

مخدومی حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے از راہِ کرم حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظر وصال کے متعلق خاص نمبر کے لئے ذیل کا دلچسپ مضمون لکھ کر ارسال فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا (عرفانی)

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل بیت کے ہمراہ آخری سفر میں لاہور تشریف لے گئے۔ تو میں اُن ایام میں اپنے ایک عزیز کی شادی کی تقریب پر اپنے قدیمی وطن بھیرہ ضلع شاہ پور گیا ہوا تھا۔ وہیں مجھے یہ خبر ملی۔ کہ حضرت صاحب لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ اس واسطے میں نے ارادہ کیا۔ کہ واپسی پر بجائے قادیان آنے کے میں لاہور میں ٹھہر جاؤں۔ لیکن جب میں بھیرہ سے آتا ہوا لاہور کے اسٹیشن پر پہنچا۔ تو ایک احمدی بھائی نے مجھے بتلایا۔ کہ حضرت صاحب نے قادیان سے کسی کو لاہور آنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس سفر کو پرائیویٹ رکھنے کے واسطے اور آرام کرنے کے واسطے بہت اجتماع سے منع کیا ہے۔ اس واسطے لاہور اترنے کی بجائے میں سیدھا قادیان چلا آیا۔ اور پہنچ کر رپورٹ کی۔ کہ عاجز بھیرہ سے واپس قادیان آگیا ہے۔ چند روز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک کارڈ آیا۔ جس میں حضور نے مجھے لاہور بلایا۔ کہ ڈاک بہت جمع ہو گئی ہے۔ آپ لاہور آئیں۔ ان کے جواب لکھ دیں۔ اور چلے جائیں۔ اس حکم کے ملنے پر لاہور گیا۔ اور حضور کے وصال تک پھر وہیں رہا۔ بلکہ اخبار "بدر" کا دفتر اور عملہ بھی لاہور بلا لیا اور لاہور کے ایک پریس میں انتظام کر کے اخبار بدر بھی وہیں سے ہفتہ میں تین بار نکلنے لگا۔ حضرت صاحب کا قیام ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں تھا۔ اور ہم لوگ... خواجہ کمال الدین مرحوم کے مکان پر فروکش تھے۔ نمازیں بھی خواجہ صاحب کے مکان پر پڑھی جاتی تھیں۔ اُس وقت احمدیہ بلڈنگس میں کوئی مسجد نہ تھی۔ حضرت صاحب نمازوں کے واسطے باہر تشریف لاتے۔ ایک دن کسی مسجد کے مکتب کا ایک طالبعلم آیا۔ جو کچھ سوال کرتا تھا۔ اور گستاخی سے باتیں کرتا تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا:۔ "ہم اپنا کام کر چکے۔ اب جو چاہیں۔ سو لوگ کریں"

جب حضرت صاحب کے ایک لیکچر کی تجویز ہوئی۔ تو آپ مکان کی چھت کے اوپر جا کر علیحدگی میں مضمون کی تیاری کرتے تھے۔ اور سب سے اول قرآن شریف کو ایک دفعہ پڑھ کر اُس میں سے بعض آیات لکھتے جاتے تھے۔ عموماً آپ کا یہی طرز تھا۔ کہ ہر تصنیف سے قبل قرآن شریف کو ضرور پڑھتے تھے۔ اور کسی کتاب کی طرف رجوع نہ کرتے تھے۔ ہاں عربی تصانیف کے واسطے لکھنے کے بعد لغت دیکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ لکھتے لکھتے اچانک عربی کے ایسے الفاظ اور محاورات زبان پر آجاتے ہیں۔ جن کے معنے ہمیں معلوم نہیں ہوتے۔ بعد میں لغت کی کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ الفاظ اس فعل اور موقعہ پر کیسے موزوں ہیں۔

اگرچہ حضرت صاحب کے وصال سے قبل کئی ایک الہامات اور خوابیں ایسی شائع ہو چکی تھیں۔ جن سے ظاہر تھا۔ کہ حضور کی وفات کا وقت بہت قریب آگیا ہے۔ بلکہ کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" میں ایک شعر بھی اس مضمون کا چھپ گیا تھا۔ ؏

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

لیکن سچ بات یہ ہے۔ کہ ہم سب اس آنے والی گھڑی سے ایسے غافل تھے۔ کہ گویا ایسا وقت کبھی ہم پر نہ آئیگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے چلے جائیں گے۔ اور ہم یتیموں کی طرح رہ جائیں گے۔ حضرت صاحب کی پاک صحبتوں کا ایسا خمار ہم پر چڑھا ہوا تھا۔ کہ کوئی بادشاہ یا فقیر ایسا بے غم اور اطمینان اور خوشی سے بھرپور نہ ہوگا۔ جیسا کہ ہم تھے۔ اور آپ کی وفات ہمارے لئے.. ایک ناگہانی صدمہ تھا۔ جس کی برداشت ہم محض خدا کے فضل و کرم سے کر سکے۔

یہ بھی اُس کی رحمت ہے۔ کہ آخری وقت میں عاجز حضور کے قدموں میں حاضر تھا۔ اور پاؤں دبا رہا تھا۔ جب کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضور کے سینے پر سٹیتھسکوپ لگا کر معلوم کیا۔ کہ دل کی حرکت بند ہو گئی ہے اور انا للہ پڑھا۔ اور سب رونے لگ گئے۔ اگرچہ آپ کا وصال اپنے وقت پر جیسا مقدر تھا ہوا۔ اور پیشگوئیوں کے مطابق ہوا۔ مگر اس کا ظاہری سبب میرے خیال میں وہ انتہائی دماغی محنت تھی۔ جو کہ آپ نے اپنے آخری لیکچر کی تیاری میں کی۔ پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا۔ کہ جب حضور سخت دماغی محنت کیا کرتے۔ تو اچانک آپ کے دماغ پر ایک کمزوری کا حملہ ہوتا۔ اور بے ہوش ہو جاتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد ہے۔ جب کہ عیسائی دشمنوں نے حضور پر مقدمہ اقدام قتل کا بنایا۔ اور مسلمان مولوی صاحبان عیسائیوں کی تائید میں گواہیاں دینے کے لئے آئے۔ تو جس دن بٹالہ میں پیشی تھی۔ اس سے قبل رات عشاء کی نماز کے بعد حضور جواب دعویٰ لکھنے بیٹھے۔ اور مجھے حکم فرمایا۔ کہ میں حضور کے مسودے کو خوشخط لکھتا جاؤں۔ اندر کے صحن میں حضور بیٹھ گئے۔ لالٹینیں اور بتیاں روشن کی گئیں۔ برادرم مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم مغفور حضرت کا مسودہ پڑھتے جاتے تھے۔ میں لکھتا جاتا تھا۔ حضرت پیر افتخار احمد صاحب بھی موجود تھے۔ حضرت صاحب مسودہ لکھتے رہے۔ اور میں نقل کرتا رہا۔ اسی حالت میں ساری رات گذر گئی۔ اور صبح کی اذان ہو گئی۔ اُس وقت اچانک حضرت صاحب کو دماغ میں تکلیف محسوس ہوئی۔ جس سے لیٹ گئے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ لوگ باہر سے بلائے گئے۔ بہت دیر تک بدن کو دبانے اور ملنے کے بعد ہوش میں آئے۔

غرض آپ کی وفات ایک دینی خدمت میں محویت کے سبب تھی۔ اسی کے واسطے آپ جیتے تھے۔ اور اسی میں آپ کی موت ہوئی۔ اور بموجب آیت شریفہ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین آپ کے تمام حرکات و سکنات و عبادات، زندگی اور موت سب اللہ کے لئے تھا۔

خدا تعالےٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں اور آپ کی اولاد پر ہوں ابد الآباد تک۔ آمین

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا اور الحکم آفس واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا